Fikr-o-Nasar (Islamabad) 24:3 (1987)

اوائل قرون وسطی میں مسجد

بحیثیت تعلیمی مرکز

ایس ایم امام الدین

ترجمہ : ڈاکٹر حافظ محمد یونس

عرب ابتدائے اسلام ہی سے فلسفہ، مضمون اور طریقہ تعلیم میں دلچسپی لینے لگے تھے ، اس کی روشنی میں انہوں نے اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے کی تگ و دو کے ساتھ ساتھ کتابیں لکھنا بھی شروع کر دی تھیں ۔ عربوں کا تعلیمی ادب کا فن اپنے اندر کافی وسعت رکھتا ہے ، صرف عربی تعلیم پر ہی چار درجن کے قریب تحقیقی کتب موجود ہیں ، جن میں اساتذہ کا سلوک ، طلبہ کا رویہ ، ان کے باہمی تعلقات ، مضامین اور طریقۂ ہائے تدریس پر کافی مواد موجود ہے۔ مگر تاحال ان میں سے اکثر دستاویزات کی شکل میں ہیں۔ ان میں سب سے قدیم نسخہ ، جیسا کہ یاقوت نے ذکر کیا ہے ، وہ ,,کتاب المعلم،، (الف) ہے ، جسے عمرو بن بحر الجاحظ (ب) (۱۶۳ تا ۲۵۵ھ) نے تحریر کیا تھا (۱) ۔ جملہ نسخوں میں تعلیم پر اب تک بہترین تالیف الغزالی کی ,,فاتح العلوم ،،(ج) ہے ۔ جوکہ ۱۳۲۲ء میں شائع ہوئی ۔ بعد میں آنے والے مصنفین کی تحریروں میں اصلیت ، حقیقت پسندی اور ظن و تخمین کا فقدان ہے۔

(الف) مضمون نگار نے ,,کتاب المعلم ،، لکھا ہے حالانکہ معجم الادباء میں اس کا اصل نام ,, کتاب المعلمین ،، مذکور ہے ۔

(ب) کتاب الحیوان کے سرورق اور معجم الادباء ، ج ٦ ، ص ٥٦ پر عمرو بن بحر الجاحظ کی عمر ۱۵۰ ۔ ۲۵۵ ھ ذکر کی گئی ہے۔

(ج) کشف الظنون میں امام الغزالیؒ کی کتاب کا نام ,, فاتحۃ العلوم ،، ذکر کیا گیا ہے۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

ترتیب کے لحاظ سے دوسرا نمبر ,, تعلیم المتعلم ,, کا ہے جو ۵۹۳ھ/۱۱۹۷ء کے بعد برہان الدین الزرنوجی نے لکھی تھی ، اس کتاب نے ۶۲۰ھ/۱۲۲۳ء کے لگ بھگ بہت شہرت حاصل کی تاہم اس میں بھی حقیقت و اصلیت کا فقدان تھا ۔

یہ بات قابل غور ہے کہ دسویں اور گیارھویں صدی کے اوائل میں مسلمانوں نے تکنیکی تعلیمی مواد پر مشتمل بے شمار مسائل دریافت کر لئے تھے ۔ ان میں تیز حافظہ ، کمزور حافظہ ، مطالعہ کا صحیح وقت ، اساتذہ کی تنخواہیں، طلبہ کی فیسیں ، تعلیم کے مقاصد، تعلیم کا نصاب، استاد اور شاگرد کے تعلقات اور ایسے ہی سکول کی زندگی کے کئی دیگر خاص پہلو خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ۔

مسجد بطور تعلیمی مرکز ایک ایسا شہرت یافتہ مضمون ہے جس پر تفصیل سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے مگر اس کا باقاعدہ تجزیہ بہت کم کیا گیا ہے ۔ یہاں ایک سعی و کوشش کی جا رہی ہے تاکہ اسی تعلیمی شکل کو زیر بحث لایا جائے جس پر اوائل قرون وسطیٰ میں مساجد میں عمل درآمد ہوتا رہا ہے ۔ اس کی پوری تفصیل مختلف اہل علم و فضل کی سوانح حیات، خودنوشت سوانح عمریوں، کتابیات اور دیگر تحریروں سے حاصل کی جا سکتی ہے جن میں یاقوت ، عبداللطیف ، المقریزی (وفات ۸۴۵ھ/۱۴۴۲ء) قاضی ابوبکر ابن العربی اور ابن خلدون جیسے عظیم اسکالر قابل ذکر ہیں، بشرطیکہ تنقیدی نقطۂ نظر سے ان کا تجزیہ کیا جائے ۔ ابن خلکان، النووی ، ذہبی، ابن مصطفی الفرضی، ابن بشکوال، الضبی، ابن الآبّار اور ان جیسی دیگر عظیم ہستیوں کا کتابیات پر کام ، ان معاملات پر روشنی ڈالنے کے لئے بہت ہی قیمتی اور گراں قدر سرمایہ ہے ۔

مدینہ منورہ میں مسجدنبوی کی سادہ بناوٹ جوکہ حضرت ابو ایوب انصاری (وفات ۵۲ھ/۶۷۲ء) کے مکان کے متصل تعمیر کی گئی۔ اس کے ایک کونے میں چبوترہ بنا کر اوپر چھت ڈال دی گئی جسے

,,صفه،، کا نام دیا گیا ۔ اس حصے میں مکہ سے ھجرت کرکے آنے والے بے گھر صحابہ کرامؓ اور وہ مہاجرین جو اس وقت تک کسی مدنی سے رشتۂ اخوت میں منسلک نہیں ہوئے تھے رھائش رکھتے تھے ۔ ان لوگوں نے اپنی زندگیاں اسلام کے لئے وقف کر دی تھیں ۔(۲) ۔

صحن مسجد کے کونے والا یہ مقام ان صحابہ کرامؓ کی رھائش اور دینی بحث و مباحثہ کے لئے مخصوص تھا جو ,, اصحاب صفہ،، کے نام سے پکارے جاتے تھے ۔ بعد میں ان ,, اصحاب صفہ ،، کے ساتھ وہ نو مسلم بھی شامل ہو گئے تھے جن کے کوئی گھر بار نہ تھے ۔ وہ بھی ,,اصحاب صفہ،، ھی کے نام سے پہچانے جاتے تھے ۔ یہی لوگ بعد میں مبلغین اسلام بنے اور انہوں نے سرزمین عرب اور بیرونی دنیا میں اسلام کی شمعیں روشن کیں (۳) ۔

غزوہ بدر کے بعد قریش کے کئی قیدیوں نے اپنی رھائی کی خاطر مدینہ کے بارہ (د) بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا تھا (۴) ۔ ۱۷ ھجری مطابق ۶۳۸ء میں خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کی ھدایات کے مطابق قرآن کے معلمین کو مختلف ممالک میں بھیجا گیا تاکہ وہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں ۔ انہیں نماز ادا کرنے کے طریقے سکھائیں ، اور دینی تعلیمات پر مبنی اسلامی روایات و اقدار سے روشناس کرائیں ۔ اور غسل و وضو اور صفائی و پاکیزگی حاصل کرنے کے طریقوں سے آگاہ کریں ، خلیفہ کی جانب سے انہیں بار بار یاددھانی کرائی جاتی تھی کہ وہ مساجد میں جا کر نمازیں ادا کیا کریں ۔

مزید برآں خلیفہ نے والدین کو یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ اپنے بچوں کو پیراکی ، نیزہ بازی، گھڑ سواری اور خوش الحانی سے آیات قرآنی کی تلاوت کرنا بھی سکھائیں (۵) ۔

(د) ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ ، ج ۲، ص ۲۲ پر دس بچوں کو تعلیم دینے کے بارے میں لکھا ہے۔ ابو عبید نے کتاب الاموال ص ۱۱۶ ، نمبر ۳۰۹ میں صرف لکھنا پڑھنا سکھانے کے بارے میں لکھا ہے۔ مارگولیتھ کی کتاب محمد اینڈ رائز آف اسلام میں صرف لکھنا پڑھنا سکھانا مذکور ہے تعداد کا ذکر نہیں ۔ مضمون نگار نے بارہ کی تعداد نہ معلوم کہاں سے لی ہے۔

پڑھنے لکھنے کے علاوہ پیراکی کی تربیت اور مشق پر بہت زیادہ زور دیا گیا ۔ (٦) مساجد میں تعلیم و تربیت کے طریقوں کا علم ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کے ذریعے ہوا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوتے تھے ۔ آپؐ کے اردگرد صحابہ کرامؓ حلقہ کی شکل میں بیٹھ جایا کرتے تھے ۔ حضورؐ ہر بات کو تین تین بار دوھرایا کرتے تھے اور سامعین انہیں زبانی یاد کر لیا کرتے تھے ۔ صحابہ کرامؓ مسجد نبوی ہی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کے بارے میں استفسار کیا کرتے تھے ۔ حضورؐ کے زمانہ مبارک ہی میں مدینہ منورہ کی دور دور پھیلی ہوئی آبادی میں آٹھ مسجدیں تھیں، جو بطور مدرسہ بھی استعمال کی جاتی تھیں ۔ بعض اوقات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود جا کر ان مساجد میں تدریسی اور تعلیمی امور کا جائزہ لیا کرتے تھے اور خصوصی ہدایات بھی جاری فرماتے تھے ۔ تاکہ صحیح تعلیم و تربیت ہو ۔ اس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ۲۳ سالہ دور نبوت میں خطۂ عرب کو تعلیم و تربیت کی سرگرمیوں کا ایک عظیم الشان مرکز بنا دیا تھا ، ایک حدیث شریف میں ہے :

,,علم حاصل کرنا (ر) ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے ،،(٧) ۔

حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا :

,,ایک باپ (س) اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ اچھی تعلیم و تربیت ہے ،، ۔

سب سے پہلا درجہ (قدم) قرآنی آیات کو زبانی یاد کرنا ، اور انہیں سمجھنا ہے اس کے بعد دوسرا درجہ (قدم) حدیث شریف کی

(ر) ابن ماجہ کی اصل روایت کے الفاظ یوں ہیں ,,طلب العلم فریضة علی کل مسلم،، (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) .

(س) حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں : ما نحل والد ولده من نحل افضل من ادب حسن .

تعلیم اور اس کے مطالعہ کا ہے ، چنانچہ احادیث کی جمع و تدوین کے بعد سائنسی بنیادوں پر اس کی تعلیم ہونے لگی ـ صحابہ کرامؓ اکثر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان اور عمل صالح کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے ، اور آپؐ کے وصال پاک کے بعد انہوں نے احادیث کے حوالہ جات اور اس کی تشریحات کی روشنی ھی میں اپنے مختلف مسائل کے حل تلاش کئے ـ

دیگر مذاھب کے پیروکاروں کے عبادت خانوں، مندروں، گرجاؤں، یہودیوں کی عبادت گاھوں اور چرچ وغیرہ کے برعکس مسلمانوں کی مسجد میں ایک سے زیادہ نماز ادا کرنے کے کمرے ہوتے ھیں ـ اس لئے کہ مسجد کے ساتھ مختلف النوع مقاصد وابستہ ہوتے ھیں ، چونکہ اسلام میں مذھب اور سیاست دو الگ الگ چیزیں نہیں ھیں ـ اس لئے ان دونوں کے لئے مسجد ایک مرکزی حیثیت کی حامل تھی ، علاوہ ازیں مسجد عوامی انتظامی مرکز اور حصول انصاف کے لئے دیوان خانے کی حیثیت بھی رکھتی تھی ـ اور اگرچہ صحیح معنوں میں حکومت شروع ھی میں دیوان اور قصر امارت میں بدل چکی تھی اور تمام اقتصادی امور بھی مسجد ھی میں عام اجلاس کے دوران طے کئے جاتے تھے ـ اس لئے ۳۰۰ ھ مطابق ۹۱۲ء کے بعد مصر کے خزانے کے انچارج ابوبکر المضری نے مصر کے مضافات کی نیلام شدہ اراضی کی دیکھ بھال کی خاطر فسطاط کی ,, جامع مسجد عمروؓ،، میں بیٹھنا شروع کر دیا تھا ـ

۹۷ھ/۷۱۵ء اور ۹۹ھ/۷۱۷ء کے شروع میں اسامہ بن زیدؓ ، جنھوں نے ٦۳۲ء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں شام کی مہم میں لشکروں کی سپہ سالاری کی تھی ، ان کا جب فسطاط میں خزانے کے انچارج کی حیثیت سے تقرر عمل میں لایا گیا ـ تو مصر کے بیت المال کی خاطر مسجد عمرو بن العاصؓ کے منبر کے سامنے ستونوں پر ایک قبہ تعمیر کیا گیا تھا ـ

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام قانونی معاملات اور مسائل مسجد ھی میں طے کیا کرتے تھے ۔ احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کچھ قاضی مسجد کے منبر کے قریب اور کچھ دوسرے مسجد کے صحن کے اندر کھلی جگہوں میں فیصلے صادر کیا کرتے تھے، بعد میں ۱۳۲ھ/۷۴۹ء میں مدینہ منورہ کے قاضی مسجد نبوی میں عدالتیں لگایا کرتے تھے ۔ تاہم مسجد کا سب سے مقدس مقصد نماز کے علاوہ تعلیم کو تربیت کے ساتھ ہم آہنگ کرکے بصیرت سے خالی خدا پرستی اور اندھی تقلید کے مقابلے میں اعلیٰ تعلیم سے آراستہ کرنا تھا ۔

ابتداء میں اسلامی تعلیمی ادارے دو حصوں میں منقسم تھے ۔ ابتدائی ادارے کو مکتب اور ھائی سکول کو مدرسہ کا نام دیا جاتا تھا۔ تاہم حکومت کے انتظام سے قبل تک عام طور پر عام مدارس مسجد میں ھی قائم ہوتے تھے ۔ جیسا کہ مدرسہ نظامیہ ۱۰۶۵ھ تا ۱۰۶۷ھ مسجد ھی میں قائم تھا۔ سب سے پہلا ادارہ عباسی خلیفہ مامون کے دور میں ۲۱۵ھ/۸۳۰ء میں بیت الحکمة کے نام سے بغداد میں قائم کیا گیا اور ۳۹۵ھ/۱۰۰۵ء میں فاطمی خلیفہ الحکم نے قاھرہ میں دارالحکمة قائم کیا ۔ یہ دونوں مراکز ، تحقیق ، مباحثوں اور تقاریر کے لئے قائم کئے گئے تھے ۔ یہ پورا اسلامی تعلیمی نظام خالص رضاکارانہ بنیادوں پر مبنی تھا ۔ ان رضاکارانہ طور پر قائم کردہ اسلامی اداروں میں تقریر و تحریر کی مکمل آزادی تھی اور حکومت صرف اس وقت مداخلت کرتی تھی جب کبھی مذھب کے خلاف ملحدانہ خیالات سر اٹھاتے۔ ان اداروں کا طرۂ امتیاز یہ بھی رھا کہ اسلامی تعلیمات کے اساتذہ اور سرپرست باقاعدگی کے ساتھ حاضری کا خیال رکھتے اور اپنے اپنے شعبے سے منسلک رھتے ، اور قرآن پاک کی روحانی طاقت کی بدولت ، جوکہ ھر مسلمان کے دل میں موجزن ہوتی ہے جذبات سے

لبریز اس کی تلاوت ، قراءت اور درس و تدریس میں همه تن مصروف رهتے تھے -

ابتدائی تعلیم والدین اپنے بچوں کو اپنے گھروں پر دیتے تھے یا پھر اساتذہ کے گھروں اور ان کی دکانوں پر اس کا اهتمام کرتے تھے - عباسی حکومت کے بانی اور فرمانروا ابو مسلم خراسانی نے خراسان میں ایک سکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے خود اپنے بچوں کو اپنے گھر پر ابتدائی تعلیم ایک کتاب ,, عقیدت ،، کی مدد سے دی تھی جو مذهبی اور دینی سوال و جواب پر مشتمل تھی -

جب بچے چھ یا سات سال کی عمر کو پہنچ جاتے تو انهیں مکتب بھیجا جاتا تھا ، جہاں بچے اور بچیاں صغر سنی تک اکٹھے تعلیم حاصل کرتے تھے - اگر استاد کو محله والوں کی جانب سے تنخواہ ملتی تھی تو اس صورت میں یتیم بچے اور لونڈی غلام بھی بلاامتیاز ان کے ساتھ مل کر تعلیم حاصل کرتے تھے (۸) - چونکه یه مکتب مسجد میں هوتے تھے ، اس لئے مسجد کے تقدس کو ملحوظ رکھتے هوئے بچوں کو مسجدوں کے بڑے هال کی بجائے برآمدوں یا کھلے صحنوں میں بٹھایا جاتا تھا - یا پھر ان کے لئے مسجد سے ملحقه اضافی کمرے تعمیر کئے جاتے تھے خصوصاً دیہاتی مساجد میں تو اس کا ضرور انتظام کیا جاتا تھا - یهی وجه ہے که هماری مسجدوں کا طرز تعمیر ، بناوٹ اور سائز وغیرہ ، گرجوں ، مندروں اور چرچ اور دیگر غیر مسلموں کی عبادت گاهوں سے بالکل مختلف هوتا ہے -

بیشتر مساجد میں کئی بڑے کمرے اور ملحقه چھوٹے چھوٹے کمرے هوتے هیں - جن سے مدرسه کے مقاصد اور ضرورت کو پورا کیا جاتا ہے ، اموی خلیفه ولید بن عبدالملک کے دور حکومت میں دمشق کی جامع مسجد میں بچوں کو تعلیم دی جاتی تھی ، اور اساتذہ کے کمرے مسجد کے شمالی دروازے سے ملحق هوتے تھے ، جبکه مسجد

کی بالائی منزل ایک غریب و قلاش شاعر کی رهائش گاہ تھی (۹) ۔ اب بھی مصر میں ازهر کی مسجد کے صحن میں چھوٹے بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے اور ماضی قریب میں یروشلم میں واقع مسجد عمرؓ میں باقاعدہ کلاسز کا اهتمام کیا گیا ہے ۔

اموی خلفاء کے ابتدائی دور میں حکومت کی زیر نگرانی ابتدائی تعلیم کا مکمل طور پر انتظام کیا گیا (۱۰) ۔ مشهور شاعر کمیت اور حجاج بن یوسف دونوں سکول ٹیچر تھے اور حجاج سے بھی پہلے جبیر بن حیان، طائف کے ایک سکول میں تعلیم دیا کرتے تھے ، ضحاک بن مزاحمؒ (۱۰۵ھ/۷۲۳ء) نے کوفه میں ایک خیراتی مدرسه کھولا هوا تھا ۔ اور ریه (RIYA) قبیلے کا ایک بدوی بصرہ میں معلم کی حیثیت سے قیام پذیر تھا جو ایک سکول چلا رها تھا جس میں فیس وصول کی جاتی تھی ۔ یه دوسری صدی هجری اور آٹھویں صدی عیسوی کے بالکل ابتدائی دور میں تھا (۱۱) ۔ ان دنوں اساتذہ کو فوجی خدمت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا ۔

۱۲۲۴ء میں یاقوت حموی اپنی ,, معجم الادباء ،، میں لکھتے هیں که بغداد میں نویں صدی میں ۳۰،۰۰۰ مساجد تھیں ۔ اور هر مسجد میں ایک عالی شان سکول قائم تھا ۔ سسلی میں بالمر کے مقام پر اکثر مسجدوں میں قرآن کی تعلیم دی جاتی تھی ۔ بقول یاقوت حموی وهاں ۳۰۰ اساتذہ تھے ۔ جبکه حوقل لکھتا ہے که وهاں بالمر میں ۳۰۰ مدارس تھے جن میں لاتعداد استاد تعلیم دیتے تھے اور معاشرے میں ان اساتذہ کو ایک خاص مقام حاصل تھا (۱۲) ۔

فن تحریر کا قرآن کی تلاوت سے خصوصی تعلق تھا ۔ جس کو مغرب سے زیادہ مشرق میں زیادہ پذیرائی حاصل هوئی ۔ مشرق میں کتابت کی مختلف صورتوں کا ارتقاء هوا ، جبکه مغرب میں سپین ، مراکش اور افریقی ممالک میں اصلی کوفی رسم الخط میں کوئی خاص زیادہ تبدیلی نه آئی ۔

عرب (اسلامی) سپین میں ابتدائی مدارس کے نصاب تعلیم میں گرامر کا اضافہ کیا گیا اور بعد کے درجے میں قدیم عربی نظم کی تشریح کرنے میں اس کا استعمال کیا گیا (۱۳) ۔ مشرق میں تیرھویں صدی سے فارسی شعراء کے مطالعہ کو عربی گرامر کے ساتھ مربوط کیا گیا ، جبکہ آٹھویں صدی کے اوائل میں عمر ثانی نے دمشق میں اپنے بچوں کو گرامر کے اصولوں سے انحراف کرنے پر سزا دی تھی (۱۴)

سپین اور مغربی افریقی مسلم ریاستوں میں قرآن کے صحت تلفظ قراءت ، مفہوم ، ھجوں اور آملاء پر زیادہ زور دیا جاتا تھا ، البتہ تصنیف و تالیف پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی تھی ۔ ابن خلدون کا خیال ہے کہ مغرب میں (مراکش اور الجیریا) پورے قرآن کو اس کے ھجے اور املاء کے ساتھ سیکھنے اور اس کے بارے میں اٹھائے گئے سوالات کو سمجھنے سے پہلے عقائد، علم حدیث ، علم قانون و فقہ ، شاعری اور بدوی عربوں کے روز مرہ کے محاورات کو طلبہ کی زندگی کے پہلے درجے ھی میں شامل کر لیا گیا تھا ۔ جبکہ قرآن کا بذات خود مطالعہ کرنے کے مقابلے میں تصنیف و تالیف کو بہتر بنانے اور غیر استدلالی سائنس کی جانب مزید توجہ دی گئی تھی ۔

افریقہ میں لوگ قرآن اور حدیث کا علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ عربی زباندانی کے اصول و قواعد اور قوانین بھی سیکھتے تھے ۔ لیکن وہ یہ سب کچھ عربی کے اسلوب بیان کی فصاحت کو حاصل کئے بغیر کرتے تھے ۔

سپین میں طلبہ گرامر کے قوانین بھی سیکھتے تھے اور عربی زباندانی میں بھی مہارت حاصل کرتے تھے لیکن وہ یہ سب کچھ قرآن و حدیث پر کافی توجہ دینے کے بغیر ھی کرتے تھے ۔ قاضی ابوبکر ابن العربی اپنی کتاب ,, رحلہ،، (سفرنامہ) میں رقمطراز ھیں کہ سپین میں قرآن کریم کی تعلیم اور استدلالی دینیات کا مطلوبہ علم حاصل کرنے سے قبل طلبہ کے لئے عربی شاعری گرامر اور الجبرا

وغیرہ پڑھنا لازمی تھا ۔ اسی طرح حدیث اور اس سے متعلق استدلالی علم حاصل کرنے سے قبل طلبہ کو علم قانون اور فقہ کے بنیادی اصول اور علم منطق پر عبور حاصل کرنا بھی ضروری تھا ۔

تعلیمی نقطۂ نظر سے یہ تمام باتیں نہایت ھی عمدہ اور بلند پایہ تھیں ۔ تاھم سرپرستوں کی انتہائی خواھش یہ ھوتی تھی کہ ان کے بچوں کے سن بلوغت تک پہنچنے سے قبل انہیں ھر قسم کے اثرات سے محفوظ کرنے کی خاطر ان کی تعلیم کا بنیادی پتھر قرآن کریم کی تعلیم ھونا چاھیئے کیونکہ اس وقت بچے جسمانی لحاظ سے قدرے کمزور ھوتے ھیں اس لئے ان پر کنٹرول ھو سکتا ہے اور ان کو قابو میں رکھ کر ھر طرف موڑا جا سکتا ہے ۔

اپنے گاؤں یا قصبے میں پڑھنے لکھنے کا ابتدائی علم حاصل کرنے کے بعد (جبکہ مختلف ممالک میں تعلیمی نصاب میں پیراکی اور گھڑ سواری بھی شامل کر لی گئی تھی) عام طور پر ۱۵ یا ۱۶ سال کی عمر کو پہنچنے سے قبل بچے دوسرے بڑے شہروں کی طرف روانہ ھو جاتے تھے تاکہ ثانوی مدارس کی جماعتوں میں شامل ھو کر مزید ۵ یا ٦ سال تک تعلیم حاصل کریں ۔ ابن خلدون نے بھی اپنی تعلیم ۲۰ یا ۲۱ سال کی عمر میں ختم کر لی تھی ۔ عمر رسیدہ لوگ بھی اپنے علم میں اضافہ کی خاطر سفر کرتے رھے ھیں ۔ مکہ میں حج کے فرض کی ادائیگی تعلیم کے شوقین حضرات کو جہاں جہاں سے وہ اپنے سفر کے دوران گزرتے تھے وھاں وھاں مختلف شہروں کی مساجد میں ، مشہور اسکالروں کے لیکچروں میں شامل ھونے کے مواقع فراھم کرتی تھی ۔ ایک عظیم فلسفی ازھری صحرائی عربوں کے ھاتھوں گرفتار ھو کر بہت خوش تھے ۔ کیونکہ اس سے ان کو ان لوگوں کی زبان و ادب سیکھنے کا موقع ملا تھا (۱۵) ۔ شہرت حاصل کرنے کے بعد الاشعری (پیدائش ۲٦۰ھ/۸۷۳ء) مروزی کے حلقہ درس میں بیٹھا کرتے تھے ۔ جن کا ستارہ نویں صدی عیسوی میں پورے عروج پر تھا (۱٦) ۔

مسلم تعلیمی نظام کے ممتاز اور نمایاں خدو خال یہ تھے کہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے دور دراز سفر کیا جاتا تھا ۔ تاکہ وھاں شہروں میں علماء و فضلاء کے حلقۂ درس میں شریک ہو کر اعلیٰ تعلیمی صلاحیت پیدا کی جائے ۔

مسجد میں استاد کی ایک مخصوص نشست مقرر ہوتی تھی ۔ جو اسے اپنے خلیفہ (استاد) کے ریٹائر ہونے یا فوت ہونے پر ورثہ میں ملا کرتی تھی ۔ جب امام شافعیؒ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو ان کے دو نامور شاگردوں میں تنازعہ ہو گیا کہ کون ان کی جگہ بیٹھ کر درس و تدریس کا فریضہ انجام دے گا ۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ ایک تو اس محراب کے اندر بیٹھا کرے گا جہاں امام شافعیؒ بیٹھتے تھے اور دوسرا آخری سے پہلے والی محراب کے نیچے بیٹھ کر درس دیا کرے گا (۱۷) ۔

اس وقت امتحانات نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ کورس کے اختتام پر جس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا تھا اور تمام تر اس کا انحصار متعلقہ طالب علم کی قابلیت پر ہوتا تھا ، فارغ التحصیل طلبہ کو متعلقہ مضمون میں سند فضیلت دی جاتی تھی ۔ اکثر اساتذہ جن میں زمخشری بھی شامل تھے ۔ سند جاری کرنے میں بہت محتاط ہوا کرتے تھے ۔ کتابیات اور سوانح عمریوں کے آخر میں ابن خلکان دستخط اور تاریخ کے ساتھ اجازہ (سند) کا تذکرہ کرتا ہے ۔ سند کی اھمیت کا اندازہ سند جاری کرنے والی شخصیت (متعلقہ استاد) کے نام اور شہرت سے ہوا کرتا تھا ۔

اعلیٰ تعلیم میں حقیقتاً قرآن ، حدیث اور فطری استدلال شامل کئے گئے تھے ۔ فطری استدلال درحقیقت قرآن و حدیث ھی سے اخذ کئے گئے تھے ۔ ان کے علاوہ فقہی قوانین کا علم بھی اس میں شامل تھا ۔ عظیم فقیہ امام شافعیؒ نے اپنا زیادہ وقت فسطاط کی مسجد عمروؓ میں ھی فقہ پر بحث مباحثہ کرتے ہوئے گزارا تھا ۔

تیسری صدی هجری اور نویں صدی عیسوی سے مسجد میں حدیث کے علاوہ بحث کا مرکزی موضوع فقه ہوا کرتا تھا ۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز (۱۰۱ ھ/۷۲۰ء) نے مصر میں اپنے آزاد کردہ غلام کو سنت کا علم سکھانے کے لئے بھیجا تھا ۔ اس کے بعد کثیر تعداد مفتیوں اور قاضیوں کی فسطاط کی مسجد عمروؓ میں اپنے اپنے حلقوں میں بیٹھ کر اسلامی علوم کی درس و تدریس میں مشغول پائی گئی ۔ سب سے پہلا شخص جس نے مسجد عمروؓ میں تعلیم دینی شروع کی وہ یزید بن حبیب (وفات ۱۲۸ ھ/۷۴۵ تا ۷۴۶ء) تھا جسے عمرؓ ثانی نے بحیثیت مفتی بھیجا تھا (۱۸) ۔ مالکی محمد المعالی (وفات ۳۸۰ ھ/ ۹۹۰ء)کے حلقه درس میں مسجد عمروؓ میں سامعین کی کثیر تعداد شامل ہوتی تھی، جو مسجد کے تقریباً ۱۷ ستونوں تک پھیلی ہوئی ہوتی تھی (۱۹) ۔

علم طب جس کا منبع قرآن مجید ہی ہے اسے بھی کچھ لوگوں کے کہنے پر اعلیٰ تعلیم کے نصاب میں شامل کر لیا گیا تھا (۲۰) ابن الهیثم (وفات ۴۳۰ھ/۱۰۳۹ء) بھی فاطمی خلیفه الحکم کے دور میں ازہر کی مسجد میں علم طب پر لیکچر دیتے رہے تھے ۔ فسطاط میں ابن طولون کی مسجد کی دوبارہ مرمت کے بعد حسام الدین لاجن مصر کے بحری مملوک سلطان نے وہاں طب میں لیکچرر شپ منظور کر لی تھی ۔

فلسفه اور دیگر علوم تصوراتی اور ریاضیاتی پہلو سے اعلیٰ تعلیم کے نصاب میں شامل کئے گئے تھے ۔ قرآن اور حدیث کو صحیح طرح سمجھنے کے لئے فلسفه کی تعلیم پر زیادہ زور دیا جاتا تھا ۔ ایک اطلاع کے مطابق ابو عبد اللہ بن مبارکؒ نے اپنے والد کی جانب سے ۶۰،۰۰۰ درہم کی کثیر رقم وراثت میں پانے پر آدھی رقم اسلامی قانون اور عربی گرامر پڑھنے پر صرف کر دی تھی ۔ اس طرح مسجد کی ایک ہی چھت کے نیچے ، علم منطق اور علم فقه کی روشنی میں

قانون کے سوالات اور مسائل پر بحث کی جاتی تھی ۔ اور ساتھ ھی ماھر لسانیات،علم انشا اور فن خطابت ، علم عروض اور عربی نظم و نثر کی گتھیاں سلجھا رھے ہوتے تھے ۔ سنابری شاعر عدیسه میں مصری، شامی علماء کے حلقۂ درس میں ایک کتب فروش کی دکان میں شامل ہو جایا کرتا تھا (۲۱) ۔

مشہور فقیه سعید بن المسیب (وفات ۱۰۵ ھ/۷۲۳ تا ۷۲۴ء) مدینه منورہ کی ایک مسجد میں عربی نظم پر بحث مباحثه کیا کرتے تھے ۔

شاعر حریری بصرہ کی ایک مسجد میں غیر مذھبی ، لادینی اور جاھلی شاعری پر لیکچر دیا کرتے تھے ۔ اور بصرہ کی لائبریری کے بڑے کمرے میں فلسفے کی گتھیاں سلجھایا کرتے تھے ۔ جس کے نتیجے میں مقامات حریری لکھی گئی ۔

۲۵۳ھ/۹٦۷ء میں عظیم مؤرخ طبری نے الطرماح کی نظمیں (طرماح کا دیوان) مسجد عمرؓو میں علامه علی بن سراج کے سامنے پڑھیں ۔ تقریباً آٹھویں صدی عیسوی کے اوائل میں کمیت شاعر نے کوفه کی مسجد میں لوگوں کو تعلیم دی ۔

اس طرح بالکل ھی ایک دوسرے سے مختلف مضامین مساجد میں پڑھائے جاتے تھے ، اور سامعین بھی مضامین کے انتخاب میں اپنی رائے کا اظہار کیا کرتے تھے (۲۳) ۔

خطیب البغدادی (وفات ۳٦۵ھ/۱۰۷۳ء) نے اپنی تاریخ بغداد ، جوکه عام نوعیت کا ایک سوانحی کام اور کتابیات ہے ۔ اسے دارالخلافه کے شہر کی ایک بڑی مسجد میں لوگوں کے سامنے پڑھا تھا۔

اگرچه اسلام میں اختراعات اور بدعات کی اجازت نہیں دی گئی ہے تاهم علم منطق اور فلسفه کو بھی اعلیٰ تعلیم کے نصاب میں شامل کر دیا گیا تھا ۔

ابن خلدون کی رائے کے مطابق ,, الفلاسفة ضررها فی الدین کثیر،، (اسلام میں فلسفہ کی تعلیم کے نقصانات زیادہ ھیں ، اس لئے کہ فلسفہ کی تعلیم خطرناک رجحانات پیدا کرتی ہے) نے فلسفیوں کو منظر عام پر پیش کیا ۔ ان میں ابن سینا، غزالی، ابن رشد اور ابن زھر کو پوری دنیا میں شہرت حاصل ھوئی اور انہوں نے فلسفے کی دنیا میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کیا ۔

ناگوار مباحثوں کو بالائے طاق رکھتے ھوئے کسی بھی حلقہ میں شامل ھونا لیکچرار کی منظوری پر منحصر ھوتا تھا ۔ کیونکہ اکثر اوقات وہ حلقہ میں شامل کرنے سے انکار کر دیا کرتے تھے ۔ حاتمی نے عرب کے ایک عظیم شاعر متنبی کے لیکچر میں شامل ھونے کی منظوری حاصل کر لی تھی ۔ جبکہ امام بخاریؒ (وفات ۲۵۶ھ/ ۸۷۰ء) کے نظریات کے حامل لوگوں کو ان کے مخالف محمد ابن یحییٰؒ کے درس میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ملی تھی ۔

خطیب البغدادی کی کتابیات اور سوانحعمری سے ھمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ تمام بڑی مساجد میں ھر مسجد کی انتظامیہ کی جانب سے ھر شخص کو تقریر کرنے کی اجازت مل ھی جایا کرتی تھی ۔

اکثر اوقات علم پرور لوگوں کی موجودگی میں عام تقریروں کے دوران مناظرانہ مباحثوں میں نمایاں اور مشہور ھونے کی خواھش عروج پر پہنچی ھوئی تھی ۔ اشبیلیہ کے ابن رشد اور ابن زھر (۱۰۹۱ ۔ ۱۱۶۲ء) اندلس کے عظیم فلسفی ایک دفعہ قرطبہ اور اشبیلیہ کے شہروں کی ضرورت و اھمیت اور فضائل و مناقب اور خوبیاں ظاھر کرنے کے بارے میں ایک مباحثے میں شریک ھوئے ۔

۱۲ صدی عیسوی میں ابو الولید اسماعیل بن محمد الشقندی ,,Eulogio de l islam,, (ص) کے مصنف نے افریقی علماء کے ساتھ مل کر ایک مباحثے کا اھتمام کیا (۲۳) ۔

(ص) ترجمہ : اسلام کی خوبیاں اور تعریف ۔

ایک استاد کی اکثر اپنی لکھی ہوئی کتب موجود ہوتی تھیں اور عام تقریر کے دوران کسی شخص کو کسی دوسرے کی کتب اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی - حتی کہ کسی شاعر کے شعر پڑھنے کیلئے بھی اس کی اجازت لی جاتی تھی(۲۵) تیرھویں صدی کے ایک عالم اور تعلیم یافتہ شخص کے لئے بھی ,,امام بخاریؒ ،، کی ,,صحیح،، کو استعمال میں لانے کے لئے تحریری اجازت حاصل کرنا ضروری تھا اگرچہ وہ ۳۰۰ سال پہلے تقریباً دسویں صدی میں لکھی گئی تھی - حریری کے لڑکوں نے ,, مقامات حریری ،، سے متعلق جملہ حقوق محفوظ رکھے ہوئے تھے (۲۶) -

جو طلبہ استاد کے سبق کے اشارات اخذ نہیں کرتے تھے - انہیں اکثر ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی تھی - لیکن اس دور میں کچھ ایسے طلبہ بھی تھے جو بہت زیادہ ذھین ہوتے تھے وہ پورا لیکچر زبانی یاد کر لیتے تھے (ط) - الاصفرائمہ (Al—Asfraima) کہتے ھیں کہ ,, قشیریؒ ،، اتنا لائق فائق تھا کہ بغیر نوٹ کئے پورا لیکچر حافظے کے زور پر زبانی یاد کر لیا کرتا تھا (۲۷)

الزھریؒ (وفات ۱۲۲ھ/ ۷۳۱ء) سوالات اور بحث و تکرار کے ذریعے تعلیم دینے کو ترجیح دیتے تھے اس لئے وہ اپنے سامعین سے اپنے سوالات کے جوابات معلوم کیا کرتے تھے (۲۸) - نوویؒ گھر گھر جایا کرتے تھے اور عورتوں تک سے سوالات کرنے سے گریز نہیں کیا کرتے تھے ، اسی طرح خاص مضمون کی اعلیٰ تعلیم میں مشق بھی شامل تھی ، قانون اور طب میں مشق کے ذریعے تربیت حاصل کرنے کی پابندی تھی اور پریکٹس لازمی تھی ، ایک غفور نامی شخص کو فقہ کی کتابی تعلیم کے ساتھ ساتھ ۱۵ سال تک قانون کی مشق بھی

(ط) مضمون نگار نے Al—Asfraima لکھا ہے جبکہ یہ اصل لفظ Al—Asfraini ہے ، ان کا پورا نام ابو اسحاق الاسفرائنی ہے ۔

کرائی گئی تھی (۳۰) ۔ ابن سینا بھی کچھ عرصہ مشق کرنے کے بعد طب پر لیکچر دینے کے قابل ہوا تھا ، اس کے بعد ھی انھوں نے لیکچر دینے شروع کئے تھے (۳۱) ۔

چوتھی صدی ھجری اور دسویں صدی عیسوی کے بعد اس مشقی تربیت میں رعایت دے دی گئی ۔ تاھم کچھ جوشیلے اور جذباتی قسم کے اساتذہ کے لئے خصوصی شکل میں اسے جاری رکھا گیا ۔ پرانے پروفیسر اپنے مؤیدین کے بارے میں مشق کو لازمی سمجھتے تھے کیونکہ انہیں طلبہ کو ان کے مضامین کے انتخاب میں ان کی مدد کرنا ھوتی تھی ۔ بسا اوقات طلبہ ایسے افراد کو اپنے ھی میں سے چن لیا کرتے تھے ۔ یہ مؤیدین اگلی سطح میں بھی مضامین کے سلسلے میں ان کی مدد کیا کرتے تھے (۳۲) ۔

طلبہ کی جانب سے تنقیدی سوالات کو استحسان کی نظر سے دیکھا جاتا تھا (۳۳) ۔ لیکن وہ بہت کثرت سے اور مختلف النوع کے ھوتے تھے خصوصاً ایڈوانس کورسز (ترقی پذیر نصاب) اور عام تقاریر میں (۳۴)۔ابو الزناد (وفات ۱۳۱ھ/۷۳۸ تا ۷۳۹ء) بھی جبکہ وہ مدینہ کی مسجد سے باھر ھوتے تھے تو اپنے شاگردوں کے مختلف النوع سوالات کے جوابات دیا کرتے تھے ۔

مخصوص نظریے کے مسلمان امام اور قائدین خصوصاً امام احمد بن حنبلؒ کو ۲۲۸ھ/۸۳۳ء میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں ، کیونکہ وہ خلق قرآن کے عقیدے پر یقین نہیں رکھتے تھے ۔ الپ ارسلان (۱۰۶۳ تا ۱۰۷۲ء) کے ماتحت اشعریین کو تو خراسان میں سخت اذیت سے دوچار ھونا پڑا جبکہ قشیریؒ بربری فتنہ سے بچ گئے تھے ۔ حکومت اس وقت مداخلت کیا کرتی تھی جبکہ مذھبی نظریات اور روایات کسی خطرہ میں ھوتے تھے ۔

مشہور حضرت ذوالنونؒ مصری (وفات ۲۴۵ھ/۸۵۹ء) حضرت سفیانؒ ثوری کے مخلص اور پکے مرید، مصر سے بغداد جایا کرتے تھے

تاکه زندیقوں کی جانب سے اٹھائے گئے ان اعتراضات کے جوابات دیں جو عباسی خلیفه المتوکل (۸۴۷ تا ۸٦۱ء) کے سامنے ان کے خلاف پیش کئے جاتے تھے ۔ خود خلیفه بھی ان کی تقاریر سے بہت متأثر تھا۔ جـو وه احادیث کی روشنی میں کیا کرتے تھے (۳٦) ۔ اس طرح ذوالنون مصریؒ ذهنی پریشانی سے نجات حاصل کیا کرتے تھے ۔

مباحثے اور مناظرے کوئی غیر معمولی نہیں ہوا کرتے تھے ، اکثر اوقات مشہور اور قابل اسکالرز اپنے مخالفین کے سامعین و حاضرین پر بھی فتح حاصل کر لیا کرتے تھے ۔ اور ان کے دل جیت لیا کرتے تھے۔ معاشرے کے ہر طبقے کے سامعین مسجد میں تقاریر سننے کے لئے جایا کرتے تھے اور ناپخته مقررین حلقه میں شامل ہوا کرتے تھے ۔ ,,دار قطنیؒ،، اس وقت تقریر کرنی بند کر دیتے تھے جب ابو محمد القاسم بن محمد بن بشار العنبریؒ (۳۰۴ تا ۳۰۵ ھ اور ۹۱٦ ء) اپنے شاگردوں کو لکھوانا شروع کر دیتے تھے (۳۷) ۔ المقدسی ۹۸۵ ء میں لکھتے ھیں که الفرس (ظ) کے علمـاء و فضـلاء عام لوگوں کے استفسارات کے جوابات دینے کے لئے روزانه دن کو دوپہر سے قبل اور عصر کی نماز کے بعد دو مرتبه مسجد میں بیٹھا کرتے تھے ۔

غریب اور نادار طلبه ، اساتذه اور مسافر مسجدوں سے ملحقه کمروں میں قیام پذیر ہوتے تھے ۔ سپین کے سیاح ابن جبیرؒ (۱۲۱۷ء) کے مـطابق دمشـق مـیں بنو امیه کی ایک مسجد ، طلبه ، عابد و زاهد ، فقراء اور علماء و فضلاء اور مسافروں کی رهائش کے لئے مکمل طور پر آراسته تھی ، اور اس میں ہر سہولت مہیا تھی ، ان مسجدوں اور ملحقه مدارس کی دیکھ بھال اور مرمت وغیره کے لئے حکومت نے کئی امدادی اوقاف اور ادارے قائم کر رکھے تھے ۔ عباسی خلیفه

(ظ) مضمون نگار نے Al—Fars لکھا ہے جبکه اصل لفظ Al - Furs ہے جس کا معنی فارس کے رهنے والے ۔

,,القاہر،، (۹۷۳تا ۹۷۸ء) اپنے دسترخوان سے روزانہ کھانا بھیجا کرتا تھا، جوکہ مسجد میں رہائش پذیر لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا ۔ ابو اسحاق شیرازیؒ ، نظامیہ کے ایک پروفیسر اکثر اپنا کھانا مسجد ہی میں کھایا کرتے تھے (۳۸) ۔

دو لیکچروں کے درمیان وقفہ ہوتا تھا لیکن اس کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں تھا کچھ لیکچر روزانہ دئے جاتے تھے (۳۹)، کچھ ہفتہ میں صرف ایک بار ، خصوصاً سوموار کے دن (۴۰) ۔ عنبریؒ ہر جمعہ کو فلسفہ پر لیکچر دیا کرتے تھے (۴۱) ۔ نماز کے اوقات میں لیکچر دینے بند کر دیئے جاتے تھے اور مختلف اساتذہ کو تفویض کردہ نصاب کی تکمیل کے بغیر کوئی چھٹی نہیں ہوا کرتی تھی ۔

لائبریریاں اور ہسپتال بھی مساجد کے ساتھ ملحقہ ہوتے تھے ۔ مکہ اور مدینہ کی مساجد میں کتب کی کثیر تعداد ، علماء و فضلاء اور علم پرور لوگوں کے لئے وقف ہوتی تھی ۔ تیونس کی ,,جامع زیتون،، میں ایک بہت بڑی لائبریری تھی ۔ سپین کے اموی خلفاء نے اپنی شاہی لائبریریوں کو قرطبہ کی مسجد کی یونیورسٹی کے لئے وقف کر دیا تھا ۔ اور فاطمی خلفاء نے بھی قاہرہ کی الازہر مسجد کی یونیورسٹی کو عطیہ کر دی تھیں ، جو اب بھی موجود ہے ۔ مرو کی مسجدوں میں چھٹی صدی ہجری اور بارھویں صدی عیسوی میں دس عوامی وقف شدہ لائبریریاں تھیں ۔ مصر کے گورنر ابن طولون (۸٦۸تا ۸۸۴ء) نے ۲۵۹تا ۲٦۱ھ / ۸۷۳ تا ۸۷۵ء میں فسطاط میں غرباء کے لئے ایک ہسپتال تعمیر کیا تھا ، اور مسجد ابن طولون کی پشت کی جانب ایک ڈسپنسری قائم کی تھی ۔ ایک معالج ہرجمعہ کو وہاں مریضوں کا علاج معالجہ کیا کرتا تھا ۔

اوائل قرون وسطی کے مسلمانوں کا نظام تعلیم سندھ سے لے کر خراسان، ایران، مراکش ، سپین اور سسلی تک پھیلا ہوا تھا ، اس

پورے نظام تعلیم کے مرکزی محور ، مدینہ ، دمشق ، بغداد ، قاہرہ ، قیروان ، بالمر اور قرطبہ تھے ـ ابتدائی اسلامی نظام تعلیم کے پیچھے ایک بہت بڑی معنویت ، مقصدیت اور حقیقت کار فرما تھی ـ کتب کو بہت مقدس سمجھا جاتا تھا اور اساتذہ کو بڑی عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ، تدریسی پیشے کو مذہبی فریضہ کا مقام حاصل تھا ، اور وظائف بطور انعام دیئے جاتے تھے ـ ,, المقری ,, جو کہ خود قرطبہ اور الزہراء کی مساجد میں تعلیم دیا کرتا تھا ، وہ لکھتا ہے کہ ایک دفعہ جبکہ مشہور فقیہ ابو ابراہیم قرطبہ میں ابو اسامہ جامع مسجد میں نماز عصر کے بعد لیکچر دے رہے تھے کہ انہیں خلیفہ الحکم ثانی کی جانب سے طلبی نامہ آیا ـ جس کو انہوں نے لیکچر ختم ہونے پر دیکھا (۴۳) ـ یہ تعلیم ہی کی قدر و قیمت تھی جس نے صلاح الدینؒ ایوبی کو انگلینڈ کے شاہ رچرڈ سے اخلاق و عادات اور حسن سلوک میں بالکل مختلف بنا دیا تھا ، اور مسلمان دانشور صدیوں تک مہذب دنیا کے قیمتی موتی بنے رہے ـ

یہ اسلام کی جمہوری روح ہی تھی کہ امیر اور غریب دونوں ہی اسی حلقہ اور انہی علماء و فضلاء کے ساتھ بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے رہے ، جیسا کہ الجاحظ اپنی عزت نفس اور خاندانی شرافت کی بنا پر انہی لوگوں میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے رہے اور کس قدر اعلی مرتبے اور مقام تک جا پہنچے ـ

عربی ادب کا سب سے پہلا مدرسہ حضرت ابن عباسؓ (وفات ۶۸ھ/۶۸۷ء) نے مکہ مکرمہ کے قریب ایک وادی میں قائم کیا تھا(۴۴) ابن ہشام المخزومی نے قاہرہ میں الازہر مسجد کے ادارہ کے قیام سے بہت پہلے دمشق کی جامع مسجد میں باقاعدہ تعلیم کے لئے اہتمام کیا تھا ـ بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں ـ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد کا رقبہ بطور تعلیمی مرکز اور وظائف کے لئے استعمال کیا جاتا تھا ـ

اموی خلیفہ الحکم ثانی (۹۶۱ تا ۹۷۶ء) نے قیروان کے گردونواح میں خود مختار مدرسے قائم کر رکھے تھے ۔ اور ۲۴ مدارس دارالخلافہ کے مضافات میں تھے. اسی خلیفہ کی سرپرستی میں ایک بہت بڑا یتیم خانہ قرطبہ میں بنایا گیا تھا ۔ اسی طرح دوسرے بڑے شہروں میں بھی یتیم خانے تعمیر کئے گئے تھے ۔ طلبہ فیس ادا کرتے تھے اور انہیں وظائف ملتے تھے ۔ طلبہ اور علماء و فضلاء کی مادی ضروریات عام طور پر مقامی عطیات اور امراء کے اوقاف سے پوری کی جاتی تھیں ۔ اس بارے میں ابن بطوطہ کی شہادت کس قدر قابل تعریف ہے کہ نظامیہ مدرسہ کی تعمیر سے قبل خراسان اور مغربی سرحدوں سے طلبہ کو جمع کرکے بغداد کی مساجد کے مدارس میں لایا جاتا تھا ۔ اصل مقصود تو استاد ہوتے تھے اور طلبہ گروہ در گروہ تمام جگہوں سے ان کا شہرہ سن کر کھنچے چلے آتے تھے ۔

خطیب بغدادی کے سوانحی خاکے اور کتابیات سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ بڑی مساجد میں تقریر کرنے کے لئے باقاعدہ اجازت نامہ حاصل کرنا بہت ضروری تھا ۔ جامع الازہر کے باہر ایک طرف ۳۵ اساتذہ کی رہائش کے لئے ایک مکان تعمیر کیا گیا تھا ، جس کا افتتاح فاطمی خلیفہ العزیز (۹۷۵تا ۹۹۶ء) نے اپنے یہودی وزیر یعقوب بن کلس کے تعاون سے ۳۷۸ھ/۹۸۸ء میں کیا تھا (۳۵) ۔

ناصر خسرو جو کہ پانچویں صدی ہجری اور گیارھویں صدی عیسوی میں بقید حیات تھا ۔ وہ لکھتا ہے کہ مسجد عمروؓ کو دیکھنے کے لئے روزانہ ۵۰۰ آدمی آیا کرتے تھے ۔ اور مختلف علوم و فنون کے اساتذہ کے لیکچرز میں شامل ہونے کے لئے لوگوں کو حلقہ کی شکل میں بیٹھے دیکھا گیا تھا ۔

کتب دستیاب نہ ہو سکنے کے باعث طلبہ اپنے اساتذہ کے لکھوائے ہوئے نوٹس سے ہی کام چلا لیا کرتے تھے ، اسباق کو زبانی یاد کر لینے کی بنا پر مسلمانوں کا حافظہ بہت تیز ہو گیا تھا ۔ ابن عباد اپنے سفر

کے دوران ۳۰ اونٹ کتابوں کے لاد کر اپنے ساتھ لے جایا کرتا تھا (۳۶)، اور ہارون الرشید (وفات ۸۰۹ء) اپنے سفروں میں اپنے ساتھ کتابوں کے ۱۸ صندوق رکھتا تھا (۳۷) ۔

تاریخ طبری کو عربی تعلیم کی یادگاری دستاویزات میں شمار کیا جا سکتا ہے ۔ اسی طرح الحازن ، جو کہ سب سے پہلا ماہر طبیعیات تھا، اس کے یادگار سائنسی کارناموں میں ایک یہ بھی ہے کہ اس نے شیشے میں بڑا کرکے دکھانے کی صلاحیت کو سب سے پہلے دریافت کیا تھا (۳۸) ۔ الخوارزمی کے ریاضی کے کارنامے ، المتنبی اور ابو العلاء کی شاعری ، ابن سینا کا تنقیدی کام ، یہ سب عربی تعلیم کی یادگاری دستاویزات میں شامل کئے جا سکتے ھیں ۔

حــوالہ جـات

۱ ۔ معجم الادباء ، تحقیق Margoliouth ۱۹۰۹ء ، ج ٦، ص ۷٦ .

۲ ۔ شبلی نعمانی ، سیرت النبیؐ ، ج ۱ ، ص ۲۹۲ تا ۲۹۳، اعظم گڑھ ، ۱۲٦۳ھ .

۳ ۔ ایضــاً .

۴ ۔ D.S. Margoliouth. Mohammad and the Rise of Islam, London, 1905, P. 270.

۵ ۔ المبرد ، الکامل ، تحقیق Wright, Leipzig, ۱۸۶۴ء ، ص ۱۵۰

٦ ۔ الجاحظ ، کتاب الحیوان ، القاھرہ ۱۳۳۸ھ ، ج ۱ ، ص ۲۱۳ .

۷ ۔ الترمذی ، صحیح ، القاھرہ ۱۲۹۲ھ ، ص۳۵۴ .

۸ ۔ ابن خلکان ، وفیات الاعیان ، ترجمہ De Slane نمبر ۳۳۵ .

۹ ۔ ایضاً ، نمبر ۳۰۷ .

۱۰ ۔ السیوطی ، بغیة الوعاة ، القاھرہ ، ۱۳۲٦ھ ، ص ۲۵۳ .

۱۱ ۔ ابن سعد ، الطبقات الکبیر ، بیروت ۱۹۵۹ء ، ج ٦ ، ص ۲۱۰ .

۱۲ ۔ یاقوت ، محولہ بالا ، ج ۲ ، ص ۲۳۹ .

۱۳ ۔ Ibn KHALDUN Quoted by De Slane in his Introduction to the translation of Ibn Khallikan, Vol. II, P.12.

۱۴ ۔ یاقوت ، ج ۱ ، ص ۲۰ .

۱۵ ۔ ابن خلکان ، نمبر ٦۵۰ .

۱٦ ۔ Ibid. No. 440. Fasc. 14; of No. 38?, 406.

۱۷ ۔ ایضاً ، نمبر ۳۱۲

۱۸ ۔ حسن المحاضرة ، ج ۱ ، ص ۱۳۱

۱۹ ۔ ایضاً ، ص ۲۰۷

Shafi-i in Burhanuddin Zarnuji, ed. Caspareo, P.7. ـ٢٠

A. Mez, Renaissance of Islam (tr. Khuda Bakhsh), P. 250. ـ٢١

Khuda Bakhsh, Studies: Indian and Islamic, P. 198. ـ٢٢

٢٣ ـ ابن خلکان نمبر ٢٧

Gayangos, The Mohammadan Dynasties (Eng. tr. of Maqqari's Nafh al-Tib) Vol. II PP. 121-2. (But al-Maqqari only mentions a Risala by Abu'l Walid al-Shaqundi in Praise of al Andalus: See al-Maqqari, Nafh al-Tib, Lieden, 1859-61. Part I Vol. II, P. 126. Ed.) ـ٢٤

٢٥ ـ ابن خلکان ، نمبر ٣٩٦ ، ٦١٦

٢٦ ـ ایضاً ، نمبر ٥٣٦

٢٧ ـ ابو الفداء ، تقویم البلدان ، مصر ، ١ ، ٣٥٣ ، ملاحظہ ہو ابن خلکان نمبر ٢٦٩ .

٢٨ ـ ایضاً .

Nawawi, Tahdhib al-Asma, ed. Wustenfeld, Gottingen, 1849, P. 117. cf.
Wustenfeld, Life and writings of Nawawi, Gottingen) 1849. ـ٢٩

٣٠ ـ نووی ، تہذیب الاسماء ، ص ٦٣ .

Ibn Khallikan No. 189, Fasc, II, 131. ـ٣١

Ibn Khallikan Nos. 606, 400, 422, 442, 852, Fasc.XI ـ٣٢

٣٣ ـ ابو الفداء ، ج ٢ ، ص ١٣٠ : ابن خلکان نمبر ٦٣٦

٣٤ ـ ابن خلکان نمبر ٣٩٥ ، ٦٠٣ .

٣٥ ـ ابن خلکان نمبر ٣٠٨ .

٣٦ ـ ابن خلکان ، ١ ، ٢٩١ ـ ٢٩٣

٣٧ ـ ابن خلکان ، نمبر ٦٣٠

٣٨ ـ نووی ، ص ٦٣٧ ، ٦٣٨

٣٩ ـ ابن خلکان ، نمبر ٦٦٨

٤٠ ـ ایضاً ، نمبر ٣١٣ .

٤١ ـ ابن خلکان ، نمبر ٦٥٣ .

٤٢ ـ ایضاً ، نمبر ٦٠٣ .

Gayangos, Vol. II, P. 172 ـ٤٣

Ibn Khallikan Introduction by De Slane, Vol. I, P.30 ـ٤٤

٤٥ ـ المقریزی ، الخطط المصر* ، ج ٣ ، ص ٣٩ .

٤٦ ـ الاصفہانی ابوالفرج ، کتاب الآغانی ، ج ١ ، ص ١

٤٧ ـ ایضاً ج ٥ ، ص ٦٣ .

Cf. Sedgwick and Tyler, A Short History of Sciences, P. 163. ـ٤٨

---

* اصل نام الخطط المقریزیۃ ہے ، اس کی دو جلدیں ہیں (مترجم) .